کہتی ہے ان کو خلق خدا غائبانہ کیا

ضد انقلاب اسلامیٔ ایران اور امریکہ و برطانیہ پرست مولویان کبار، اہل قلم کی نظر میں

حافظ مولانا سید خورشید علی رضوی صاحب
فاضل جامعۂ امامیہ تنظیم المکاتب، لکھنؤ

قائد معظم مولانا کلب جواد نقوی اتحاد بین المسلمین کے پرچم تلے امریکہ، برطانیہ، اسرائیل اور دوسرے اسلام دشمن ملکوں کے خلاف مستقل قولاً وعملاً جو اپنا غم وغصہ جریدۂ تاریخ واذہان میں درج کرا رہے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔ ایران کی حمایت اور اسلام دشمن عناصر کی رد میں انہدام حرمین سامرہ سے چند یوم قبل جو احتجاجی راہ پیمائی کی ہے وہ امریکہ واسرائیل اور اس کے گرگوں کے خلاف ہندوستانی مسلمانوں کی سب سے طاقتور آواز تھی جس میں دس لاکھ سے زائد مسلمانوں کا مجمع تھا۔ ارباب نظر کا بیان ہے کہ لکھنؤ کی تاریخ میں بلکہ ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں ہوا۔ مگر افسوس کہ ماہنامہ اصلاح کے مدیر خطیب قادر مولانا محمد جابر جوراسی صاحب قبلہ کو چھوڑ کر لکھنؤ سے شائع ہونے والا شیعوں کا کوئی ماہنامہ یا کوئی ادارہ سامراج سامراج کی رٹ لگانے کے علاوہ امریکہ، اسرائیل اور برطانیہ کی تحریری صورت میں یا تقریر میں کبھی مخالفت نہیں کر رہا آخر ایسا کیوں، کاش تمام جرائد کے مدیر اور تمام اداروں کے ذمہ دار اتنا ہی محسوس کر لیتے کہ رازق صرف اللہ ہے اسلام دشمن ممالک نہیں تو کچھ نہ کچھ تو وہ بھی ملعون بش اور اس کے ہم نواؤں کے خلاف پابندی سے ضرور لکھتے اور بولتے۔ آیئے دیکھیں اللہ پر بھروسہ رکھنے والے، محمدؐ وآل محمدؐ سے سچی محبت کرنے والے، جمہوری اسلامی ایران کو دل سے چاہنے والے امریکہ اور امریکہ نوازوں کے لئے کیا کہتے ہیں۔ اس کاروان حق پرست کے پورے ہندوستان میں سربراہ قائد معظم مولانا کلب جواد نقوی صاحب ہیں۔ اور اس امر خیر میں قائد معظم کا مؤسسہ نور ہدایت اور مؤسسہ کا ماہنامہ ''شعاع عمل'' سب سے آگے ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ اس کارواں میں لوگ نہیں۔ سلاطین جابرین وظالمین کے خلاف کم ہی آواز اٹھانے والے ہوتے ہیں۔ مولانا محمد جابر صاحب مئی ۲۰۰۶ء ماہنامہ ''اصلاح'' میں صفحہ ۵ و ۶ پر ''درد اور دوا'' کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ: ''ایران کا اسلامی انقلاب ظلم وبربریت اور نابرابری ونا انصافی کے خلاف برپا کیا گیا تھا لیکن متعصب حلقہ اس اسلام کو برداشت ہی نہیں کرسکتا ------۔ ایران کے خلاف امریکہ کے دباؤ میں

ہمارے ملک کا ووٹ دینا سراسر ناانصافی ہے
اس عمل کے خلاف خوب آواز اٹھی لیکن یو۔پی۔ کی موجودہ حکومت سے اختلاف کی آڑ میں ایک مسلم حلقہ نے کانگریس کی ہمنوائی کی۔۔۔۔۔۔طالبان اگر سعودی عرب کے خلاف نہ ہوتے تو ان کی مزید پذیرائی ہوتی۔آج امریکہ کے ہاتھوں طالبان کا زوال ہوا ہم اس کے احسان مند ہوتے اگر ہماری نگاہوں میں یہ نہ ہوتا کہ جب تک طالبان شیعہ اقلیت پر ظلم کرتے رہے مغرب خاموش رہا اور جب امریکہ مخالف اسامہ کو طالبان نے پناہ دے دی تو افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی اور بہت سے غیر متعلق شہری بھی لقمۂ اجل بن گئے جس کی تائید نہیں کی جاسکتی۔عراق میں تین دہائیوں سے زائد عرصہ تک کمیونسٹ نظریات کی حامل اور اسلامی آئیڈیالوجی کی مخالف بعث پارٹی کی حکومت رہی بلکہ زیادہ تر تو حکمرانی صدام بعثی نے کی۔علماء بے دریغ قتل کئے گئے جن میں سنی علماء بھی شامل تھے۔شیعوں کا قتل عام ہوا لیکن مسلم دارالافتاء بند رہے۔ صدام کی بے دخلی کے جرائم کافی تھے لیکن امریکہ اور اس کے حلیفوں نے اس ظلم کا کوئی نوٹس نہیں لیا اور چونکہ صدام نے اپنے سابقہ آقا کو آنکھ دکھانا شروع کر دی تھی لہٰذا اس کی خونریزی و درندگی کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں نے اسے اسلامی ہیرو ثابت کیا اور یہ روش بعض مسلم حلقوں میں آج بھی جاری ہے۔اس مسئلے میں بھی ہم امریکہ کے احسان مند نہیں ہیں اس لئے کہ صدام کی بے دخلی جراثیمی ہتھیار رکھنے کے الزام میں ہوئی وہ بھی اس طرح کہ بہت سے معصوم اور غیر متعلق شہری بھی اجڑے اور برباد ہوئے ہتھیار نہیں ملے تو مقدمہ شیعوں کے قتل کے الزام میں جاری ہے گویا میٹر پہلے سے موجود تھا لیکن اسے پہلے موخر کیا گیا لہٰذا اس بے دخلی پر زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ

''عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد''

عراق میں حکومت بننے کے عمل میں چار ماہ سے زائد عرصہ تک تاخیر ہوئی۔جمہوریت کے نام پر جمہوریت کا مذاق اڑا۔شیعہ پارٹیوں کے اتحاد نے عبوری وزیر اعظم ابراہیم جعفری کا نام مستقل وزیر اعظم کے لئے پیش کیا جسے منظور نہ ہونے دیا گیا اس لئے کہ امریکہ و برطانیہ اور ان کے ساتھ سعودی عرب و مصر وغیرہ کو شیعیت کے فروغ پر تشویش ہے بالآخر جواد المالکی کے نام پر اتفاق ہوا۔عراق میں ۶۵، فیصد شیعہ ہیں۔عراق پر ایرانی اثرات کو روکنے کی کوششیں جاری ہیں جو ایک غیر فطری عمل ہے۔ ادھر ایک غیر عراقی ابومصعب الزرقاوی ۶۵، فیصد آبادی کو نگل لینا چاہتا ہے۔ عراق میں اس درندہ نے کس بیدردی سے شیعوں کا خون بہایا ہے جب کہ وہاں کے شیعہ علماء اپنے عوام کو جوابی حملوں سے حتی الامکان روکتے رہے اس کا اعتراف برطانوی وزیر خارجہ کو بھی کرنا پڑا''

۷رمئی ۲۰۰۶ء کو جامعہ سلطانیہ میں آل انڈیا حسینی فنڈ، لکھنؤ کے زیر اہتمام اہلبیتؑ کے نام پر ہونے والی کانفرنس میں ایران کی دشمنی اور امریکہ کی محبت میں مولانا مرزا محمد اطہر صاحب نے جو بیان دیا ہے اسے ۸رمئی ۲۰۰۶ء کو ہندی روزنامہ ''ہندوستان''، لکھنؤ میں دسویں صفحہ

پر پڑھا جاسکتا ہے اور مولانا مرزا محمد اطہر صاحب کے ساتھ کانفرنس میں شریک ہونے والے علماء کی قلبی و ذہنی حالت کا پتا لگایا جاسکتا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ: ''ایران کے مسئلے پر وہ حکومت ہند کی موجودہ سیاست سے مکمل اتفاق رکھتے ہیں۔'' پھر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ: ''ہم شیعہ تو ہیں مگر ساتھ ساتھ ہندوستان کے ناگرک (رہنے والے) بھی ہیں اور دیش کی بھلائی میں جو بات ہوگی اس کا خیر مقدم کریں گے۔'' اور اسی طرح کا مضمون ''ہندوستان ٹائمس''، لکھنؤ میں بھی ۸ رمئی ۲۰۰۶ء کو شائع ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

شیعہ علماء مرکزی حکومت ہند کی حمایت میں

مشہور شیعہ علماء نے ایرانی نیوکلیائی مسئلہ پر مرکزی سرکار کے موقف کو قومی مفاد میں کہا ہے۔ کانگریس کی زیر قیادت یو۔پی۔اے۔ سرکار کے موقف کا یہ پرزور دفاع اس وقت آیا جب اس مسئلہ پر شیعوں کا ایک گروہ یو۔پی۔اے۔ سرکار کے موقف کے خلاف اختلاف رائے پیدا کرنے کی تحریک کر رہا ہے۔ یہ اہم بات ہے کہ پہلی بار بزرگ شیعہ علماء کے ایک گروہ نے اس مسئلہ میں یو۔پی۔اے۔ سرکار کا دفاع کیا ہے۔ یہ حریف شیعہ گروہ کے موقف کے خلاف ہے۔ ہندوستان کے ووٹ کا خیر مقدم کرتے ہوئے آل انڈیا شیعہ پرسنل لا بورڈ کے چیئرمین مولانا مرزا محمد اطہر نے اتوار کو کہا کہ ایرانی نیوکلیائی مسئلہ کو ہندوستانی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔ ہندوستان کے مفادات کا خون نہیں کرنا چاہئے۔ ان کے خاص حریف مولانا کلب جواد صاحب یو۔پی۔اے۔ سرکار کے خلاف اس کے گذشتہ آئی۔اے۔ای۔اے۔ میٹنگ میں ایران کے خلاف ووٹ دینے کے خلاف ایک مہم چلا رہے ہیں۔ مولانا کلب جواد صاحب نے گذشتہ فروری میں ایک بڑا عوامی مظاہرہ کیا تھا انھوں نے پھر اگلے ہفتے اس مسئلہ پر ایک تحریک شروع کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

پھر بھی ایک سراسر متضاد نظریہ رکھتے ہوئے مولانا اطہر صاحب نے کہا: ''ہم اس مسئلہ پر اپنے ملک کے مفادات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔''

اس بیان سے اتنا تو پتا چل گیا کہ آئندہ موجودہ سرکار یا جو بھی پارٹی برسراقتدار آئے گی وہ اسلام یا مسلمانوں کے خلاف جو بھی فیصلہ یہ کہہ کے لے گی کہ بھارت کے یا حکومت کے مفاد میں ہے تو مرزا صاحب، شیعہ پرسنل لا بورڈ کے ارکان اور کانفرنس میں شریک ہونے والے تمام مولویان کرام اس کا ضرور سمرتھن کریں گے۔ اس بیان سے شیعہ پرسنل لا بورڈ اور کانفرنس میں شریک سبھی ملّا بے نقاب ہوگئے۔ افسوس ہے کہ کسی مولانا صاحب کے منہ سے یہ نہ نکلا کہ مرزا صاحب غلط کہہ رہے ہیں ہم حکومت ہند کی ووٹنگ کے خلاف ہیں۔ ہم اسلامی جمہوریۂ ایران کے طرفدار اور امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل سے بیزار ہیں۔

۱۲ رمئی ۲۰۰۶ء کو اردو روزنامہ ''اودھ نامہ'' میں پہلے ہی صفحہ کا مطالعہ فرمائیں جس میں جناب سید کاظم رضا شکیل رضوی صاحب رقم طراز ہیں کہ: ''آج کل مذہب اسلام میں خاص کر شیعہ فرقے میں رہنمائی کرنے کی غیر اعلانیہ جنگ چھڑی ہوئی ہے جس کے تحت دہشت گردوں

کے خلاف بیان بازی کرنے والے دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد ملک امریکہ کے حق میں بیان بازی بھی کھل کر کرنے لگے ہیں۔ بات ہو رہی ہے اہلبیتؑ کے سیرت بیان کرنے کی۔ لیکن ابھی حال ہی میں منعقد تیسری اہلبیتؑ کانفرنس میں کہا گیا کہ حکومت ہند نے جوہری تنازعہ پر ایران کے خلاف ووٹ دے کر ٹھیک ہی کیا۔ یہ بیان اس لئے نہیں کہ یہ لوگ ہندوستان کے حق میں بیان بازی کر رہے تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ امریکہ کی چاپلوسی اور ایران کی شیعوں میں بڑھتی ہوئی مقبولیت کو توڑ کر امریکہ سے وظیفہ پانے کا ایک راستہ بنا رہے ہیں۔

امام حسینؑ کی قربانیوں کا بیان کرنے والے جب اس کانفرنس کی پریس کانفرنس کرنے کے لئے عارف کیسیلس کے اے۔سی۔ ہال کا انتخاب کر رہے تھے تو یہ بھول گئے کہ اہلبیتؑ کی سیرت کیا ہے۔ وہاں پر اہلبیتؑ کی سیرت اور قربانیوں کا خوب بیان کیا گیا۔ کھانے پینے کا معقول بندوبست تھا۔ پریس کانفرنس کو آل انڈیا شیعہ حسینی فنڈ کی جانب سے مولانا مرزا محمد اشفاق صاحب خطاب کر رہے تھے۔ اور یہ سیرت اہلبیتؑ بیان کرنے میں خود ہی بھول گئے کہ اہلبیت کی سیرت کیا تھی اور یہ اے۔سی۔ ہال کی پریس کانفرنس کیا ہے؟ تیسری اہلبیتؑ کانفرنس ایک طرح سے ملک بھر میں مولانا کلب جواد کی چل رہی تعمیری تحریک کے مقابلے آل انڈیا شیعہ پرسنل لا بورڈ کو لانا تھا۔ لکھنؤ کی عوام اس پروگرام سے ناراض تھی۔ اس کانفرنس میں کرسیوں پر سفید کور، خوبصورت اسٹیج اور کھانے کے اچھے انتظام کانفرنس کی شان بڑھا رہے تھے لیکن کہیں سے اہلبیتؑ کی سیرت پر عمل نہیں دکھا۔ مولانا مرزا محمد اطہر صاحب کی صدارت میں ہوئی اس کانفرنس میں آل انڈیا شیعہ پرسنل لا بورڈ کے لوگوں کے علاوہ شیعہ کالج کے ملازمین مستعدی سے ڈٹے رہے۔ لیکن سب اپنے آپ کو پھنسا ہوا محسوس کر رہے تھے۔ کل ملا کر اس کانفرنس میں عیش زیادہ سیرت اہلبیتؑ پر عمل کم نظر آیا۔ بہرحال مولانا کلب جواد کی تحریک کے مقابلے کھڑے ہونے کی تحریک پھر ناکام رہی۔ امریکہ کی تعریف اور سیاست میں بھاگی داری کی مانگ کو لے کر آگے پھر کچھ ہوگا کے اعلان کے ساتھ کانفرنس ختم۔ عراق میں روضوں اور بے گناہوں پر ہو رہے حملے کے خلاف صرف اس لئے بولا گیا کہ شیعہ ان کو کچھ تو اپنا ہمدرد سمجھیں۔ ان سب کے پیچھے کوئی ایک بڑی سازش دو گٹوں میں بانٹ کر مسلمانوں کو اپنے حق میں کرنے کی نظر آئی۔ جو ایک بار پھر ناکام ہوئی۔ شیعوں کے ہمدرد ہونے کی سازش رچ رہے لوگوں نے کبھی شیعہ کالج کی طرف مڑ کر دیکھنے کو نہیں سوچا۔ کہ وہاں پر بھاسکر کی بڑھتی بالادستی، شیعہ کالج میں آر۔ ایس۔ ایس۔ کی آمد و رفت بڑھ رہی ہے اور کمپیوٹر سنٹر سے ہونے والی ناجائز کمائی سے بھاسکر کی کمر میں لگی ریوالور اور چار پہیہ گاڑی بھی اس کی خوب شان بڑھا رہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ شیعہ کالج کو بچانے کے لئے کون کون سی تدابیر اپنائی جاتی ہیں۔ وہاں پر شیعوں کی جگہ پر غیروں کی ہو رہی تقرریوں پر غور کر کے روک لگائی جاتی ہے یا سب ایسے ہی چلتا رہے گا۔

